

قرآن مجید کا نظامِ احتساب اور مسلمان عورت

محسنہ منیر *

ABSTRACT:

The Holy Quran presents an accurate and strict system of accountability in which both man and woman are equally answerable for their actions. Woman is accountable for her duties as well as she will be awarded by Allah Almighty for her good deeds. The Islamic system of accountability acts upon the disposition of humans. Allah Almighty exposes the human nature and its expected actions and reactions towards different situations. The Holy Quran tells about different states of Nafs, different schemes of Shaitaan. Besides this, the Holy Quran directs to that way on which Allah Almighty wants human beings to act upon.

Woman plays an important roll in fabricating an Islamic society. That is why it is very important for Muslim woman to be aware of her position, duties and rights. She should learn the teachings and guidance given by Islam to act in right direction to accomplish herself before her Creator.

قرآن مجید میں پیش کردہ مربوط اور کڑا احتسابی نظام انسان کو دعوتِ فکر دیتا ہے۔ اس میں کائنات کی وسعتوں کو سمیٹ کر، زمانی و مکانی حدود و قیود کا احاطہ کرتے ہوئے اور خالق و مخلوق کے مقامات کی نزاکتوں کا حقیقی نقشہ پیش کرتے ہوئے انسان کی موت و حیات کے فلسفے کو بیان کیا گیا ہے جس کے مطابق زندہ انسان وہ ہے جو متحرک ہے اور مردہ انسان وہ ہے جو غافل ہے۔ قرآن مجید میں اخلاقی احتساب کے حوالے سے جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے اس میں مرد اور عورت دونوں کو یکساں حیثیت حاصل ہے۔ اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے؟ اس پر طویل مضامین تحریر کیے جا چکے ہیں۔ اس کی عملی مثالیں بھی موجود ہیں کہ غیر اسلامی نظامات میں جب عورت کے لیے جائز مقام نہ پایا تو انسانوں نے اسلام قبول کر لیا جیسا کہ ہندوستان میں ہوا۔ (۱)

سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو کسی بھی طرح اخلاص نیت اور اخلاص عمل کے لحاظ سے ہلکی سی بھی استثنائی سہولت عطا کی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ اسلام عورت کے لیے اس کے لحاظ سے دائرہ کار مقرر کرتا ہے۔ جیسا کہ الرجال تو اموں علی النساء میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ مگر اسلام عورت کو نیت و ارادہ کے لحاظ سے کسی قسم کی چھوٹ نہیں دیتا۔

* ڈاکٹر، ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامیات، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور برقی پتا: munirmann@hotmail.com تاریخ موصولہ: ۲۰ جون ۲۰۱۱ء

اس حوالے سے قرآن مجید کے اخلاقی احتساب کے نظام کے مطالعہ کی مختصر جھلک یہاں پیش کی گئی ہے۔ اور ان آیات کا حوالہ دیا گیا ہے جن میں مرد کے ساتھ عورت کو بھی مخاطب کیا گیا ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكَنٌ طَيِّبٌ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التوبہ: ۷۲)

”اللہ نے مومن مرد اور مومن عورتوں سے باغوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہا کریں گے اور بہشت جاودانی میں سترے مکانوں کا (وعدہ ہے) اور (مزید برآں) اللہ کی خوشنودی (اس کا قرب) سب سے بڑی نعمت ہے (اور) یہی بڑی کامیابی ہے۔“

گروہ انسانی خواہ مرد ہو یا عورت دونوں سے ان کے خالق کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عمل صالح کریں اور رضائے خالق حقیقی کے لیے تگ و دو کریں۔ اس لحاظ سے (گو ہم مرد و عورت کی برابری و مساوات جیسے الفاظ یہاں استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہیں جو کہ زیادہ تر گمراہ کن اور غلط فہمی پر لے جانے والی بحثوں پر منبج ہوتے ہیں) قرآن پاک نے مرد و عورت دونوں کو معاشرہ میں فعال و متحرک، مثبت و مفید اور ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم رکھا ہے جو بطور انسان ایک ہی مخلوق ہیں جبکہ بطور جنس جدا گانہ مقام کے حامل ہیں۔ اپنے اپنے مقام پر بحضور خالق حقیقی یوں ایستادہ ہیں کہ اپنے ہر عمل اور حرکت اور قول کے لیے مشاہدہ و منظر الہی میں پرکھنے کے لیے دیکھے جا رہے ہیں۔ نہ تو مرد کا کوئی عمل عورت کے لیے ایسا ہو سکتا ہے کہ عورت اسے کوئی اجر دے سکے اور نہ ہی عورت کا کوئی عمل مرد کے لیے ایسا ہو سکتا ہے کہ مرد اس کو کوئی اجر دے سکے۔ نہ ہی دونوں کے نیک عمل ایسے ہیں کہ وہ ذات باری تعالیٰ کو ان سے کچھ نفع پہنچا سکتے ہوں بلکہ ہر ایک کا عمل صالح جو خالصتاً رضائے الہی کے حصول کے لیے انجام دیا گیا ہو وہ خود عمل کرنے والے کے لیے ہی مفید ہے۔ یہ سنت الہی کا وہ بنیادی قاعدہ ہے جو انسان کے لیے عمل کرنے اور عمل کی ادائیگی کے اجر کے لیے خود خالق حقیقی نے مقرر فرمایا ہے۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْشَىٰ ۖ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَتَلُوا وَقُتِلُوا لَا كُفْرَنَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخِلْنَاهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ (۲)

”پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی اور فرمایا کہ میں تم میں سے کسی محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت تم دونوں ایک ہی ہو (ایک ہی نوع انسانی کے اجزاء ہو) پھر وہ لوگ جنہوں نے (اپنے گھروں سے) ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور (وہ اللہ کی راہ میں) لڑے اور مارے گئے (شہید ہوئے) تو بیشک میں ان کے (نامہ اعمال) سے ان کی برائیاں دور کروں گا

(ان کو گناہوں سے پاک و صاف کر دوں گا) اور ان کو (اپنی رضا کی) جنتوں میں داخل کروں گا کہ جن کے نیچے (رحمت کی) نہریں بہتی ہوں گی یہ (ان کے نیک کاموں کا) اللہ کے یہاں سے بدلہ ہے اور اللہ کے پاس ان کے لیے اور بھی بہتر انعام ہے (جو مقام قرب میں رویت اور دیدار الہی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔) (۳)

انسانی خصائل (سرشت) قرآن کی روشنی میں:

قرآن پاک میں خالق حقیقی نے انسان کی سرشت، فطرت اور جبلت بیان کی ہے جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے لفظ انسان سے خطاب فرمایا ہے۔ ان میں بلا تخصیص مرد و زن ان خصائل کا بیان ہے جو انسانی خلقت میں رکھ دی گئی ہیں اور یہ وہ خصائل ہیں جن کو ابھار کر یا عمدہ خصائل میں کمی کر کے شیطان اپنی صریح دشمنی کا ارتکاب کرتے ہوئے انسان کو قرب الہی سے محروم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں انسان کا امتحان ہوتا ہے کہ خواہ وہ مرد ہے یا عورت وہ اپنی جبلت، فطرت اور خصلت میں رکھے گئے اعتدال کو قائم رکھتے ہوئے قرب الہی حاصل کرتا ہے یا شیطان کے تیروں کا شکار ہو کر خود بے اعتدالی کرتے ہوئے اللہ سے دوری اختیار کر لیتا ہے۔ قرآن پاک میں انسانی تخلیق کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ (۴)
 ”وہی (اللہ) ہے جس نے جو شے بنائی خوب بنائی (ہر چیز اس کی بہترین شکل اور بہترین جبلت پر تخلیق فرمائی جس کام کے لیے جو چیز پیدا فرمائی وہ اس کام کے لیے بہترین ہے) اور انسان کی تخلیق کی ابتدا اس کے گارے سے کی۔ پھر اس کی نسل کو ایک حقیر پانی کے نطفہ سے پیدا کیا (جو اس کی غذاؤں کا نچوڑ ہے) پھر اس کو (شکل و صورت اور اعضاء کے تناسب سے) درست کیا اور اس میں ایک جان اپنی طرف سے پھونکی اور تمہارے لیے کان (سننے کے لیے) اور آنکھیں (دیکھنے کے لیے) اور دل (یا دالہی کے لیے) بنایا (لیکن) تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔“

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مخلوق کی احسن تخلیق کو بیان کیا ہے اور اس مخلوق کی سرشت بھی بتائی ہے کہ وہ حکمت الہیہ کا ادراک کرتے ہوئے کم ہی اس درجہ فہم کو پہنچ پاتا ہے کہ اس پر شکر کی کیفیت طاری ہو۔ اس بنا پر انسانوں میں ایسے لوگ تعداد کے لحاظ سے کم ہیں جو کہ شکر گزار ہوتے ہیں۔ انعامات الہیہ کے شکر کا انداز درج ذیل، حدیث مبارک میں بیان فرمایا گیا ہے:

ان الله عز وجل يقول يوم القيامة يا ابن آدم مرضت فلم تعدني قال يا رب كيف اعودك؟ وانت رب العلمين قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعده اما علمت انک لو عدته لوجدتني عنده؟ يا ابن آدم استطعمتك فلم تطعمني قال يا رب كيف اطعمک

وانت رب العلمین قال علمت انه استطعتک عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انک لو اطعمته لوجدت ذلک عندی؟ یا ابن آدم استقیته فلم تسقنی قال یا رب کیف اسقیک؟ وانت رب العالمین قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقه اما انک لو اسقیته وجدت ذلک عندی. (۵)

”رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی۔ بندہ کہے گا اے میرے پروردگار تو جہاں کا پروردگار ہے میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا۔ تو نے اس کی عیادت نہ کی اور اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے نہ کھلایا بندہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار تو سارے جہاں کا رب ہے میں تجھے کیسے کھلاتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے معلوم نہ ہوا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو نہیں کھلایا اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کا بدلہ آج میرے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ بندہ کہے گا اے میرے پروردگار تو سارے عالم کا پروردگار ہے میں تجھے کیسے پانی پلاتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو نہیں پلایا اگر تو اس کو پلاتا تو آج تو اس کو میرے پاس پاتا۔“

شکر کے تقاضے کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ درج کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے صرف دو باتیں چاہتا ہے، شکر اور ایمان۔ ایمان کی حقیقت تو معلوم ہے رہا شکر تو شریعت میں جو کچھ ہے وہ شکر کے دائرہ میں داخل ہے۔ ساری عبادتیں شکر ہیں۔ بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی حقیقت بھی شکر ہی ہے۔ دولت مند اگر اپنی دولت کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں دیتا ہے تو یہ دولت کا شکر ہے۔ طاقت ور کمزوروں کی امداد اور اعانت کرتا ہے تو یہ بھی قوت و طاقت کی نعمت کا شکرانہ ہے۔“ (۶)

احسن تقویم پر بنائی گئی اس مخلوق کے بارے میں خالق کی ایک اور حکیمانہ تدبیر (عمل یا انداز) جو اختیار کی گئی اس کے بارے میں سورۃ التین میں بتایا گیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ (۷)

”بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین تناسب (واعتدال) پر بنایا ہے (بہترین اعضا، بہترین صلاحیتیں، بہترین فطرت، اعتدال قوائے ظاہری و باطنی کے ساتھ تخلیق کیا) پھر ہم نے اسے پست ترین حالت میں ڈال دیا (اس کا اخلاق گرتا گیا اس کی روح گناہوں میں آلودہ ہوتی گئی اور وہ نفس کی خواہشات کا غلام بن کر رہ گیا)۔“

اس مقام پر انسان کے حسین ترین مخلوق ہونے کا بیان کیا گیا، اس کی عضوی ترکیب، عضلاتی خوبصورتی، فکری حسن

اور عقلی نفاست سب ہی یہاں مراد ہیں۔ پھر اس کو خالق کی طرف سے دیا گیا اختیار عمل ہے اور اس اختیار عمل ہی کو وہ درجہ حاصل ہے جو انسان کو عطا کیے گئے اعلیٰ مقام سے انسان کو پستی کی جانب لاتا ہے انسان خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کو اس ایک ہی امتحان میں ڈالا گیا ہے۔ عورت اپنی معاشرتی کم تری، جسمانی کمزوری یا کسی بھی طرح کے خود ساختہ عذر کو پیش کر کے اس امتحان سے بریت حاصل نہیں کر سکتی۔ مزید واضح الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ مسلمان عورت جس قدر اس کو شریعت نے اعمال کی انجام دہی کے لیے مکلف ٹھہرایا ہے وہ اپنے اعمال کو انجام دے کر ہی سرخرو ہو سکتی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سورہ ق میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۚ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝ (۸)

”اور یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو وسوسے آتے ہیں ہم جانتے ہیں اور ہم تو اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں (ان لوگوں کو یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ) جب (اعمال کو لکھ) لینے والے دو فرشتے (اعمال کے تاثرات) داہنے اور بائیں بیٹھے لیتے جاتے ہیں (یعنی اخذ کرتے جاتے ہیں ضبط کرتے جاتے ہیں ان سے کوئی بات چھوٹی نہیں۔“

سورہ ق کی مذکورہ آیات کے حوالے سے مفتی محمد شفیع ”ورید“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”ضروری نہیں کہ ورید کا لفظ طبی اصطلاح کے مطابق اس رگ کے لیے لیا جائے جو جگر سے نکلتی ہے، بلکہ قلب سے نکلنے والی رگ کو بھی لغت کے اعتبار سے ورید کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں بھی ایک قسم کا خون ہی دوران کرتا ہے اور اس جگہ چونکہ مقصود آیت کا انسان کے قلبی خیالات اور احوال سے مطلع ہونا ہے اس لیے وہ زیادہ النسب ہے۔“ (۹)

یوں انسان کو پیدا کر کے خالق اس کے قلب و ذہن میں اٹھنے والے خیالات اور ارادوں تک سے واقف ہے نہ صرف واقف ہے بلکہ دو فرشتے (منکر نکیر) خالق نے اس کام پر مامور فرمادیے ہیں کہ وہ انسان کے اعمال کو لکھ کر اس دن کے لیے محفوظ کر لیں جب اللہ کے اعمال کا حساب لیا جائے گا جیسا کہ ہم پہلے یہ ذکر کر چکے ہیں کہ لفظ انسان میں مرد و عورت دونوں ہی آ جاتے ہیں تو قرآن مجید میں جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے لفظ انسان فرما کر اس مخلوق کی کسی عمومی خوبی یا عمل کا تذکرہ فرمایا ہے ان آیات مبارکہ کا جائزہ لے کر ہم یہ اندازہ لگائیں گے کہ عورت سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کس طرح خطاب فرمایا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی روش، یہ بتائی ہے کہ جب اسے خوش حالی عطا کی جاتی ہے تو وہ اللہ کو بھول جاتا ہے اور جب اسے کوئی آزمائش (دکھ، تکلیف، بیماری، غم) دی جاتی ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَ إِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَ نَا بَجَانِبِهِ ۖ وَ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَدَّوْا دُعَاءِ عَرِيضٍ (۱۰)

”اور جب ہم انسان پر عنایات کرتے ہیں تو وہ (ہم سے) منہ پھیر لیتا ہے اور (بالکل بے پروا ہو جاتا ہے، ادھر سے) کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعائیں کرتا ہے۔“

یہ انسانی روش کے حوالے سے ایک طویل مضمون ہے جو قرآن پاک میں مختلف مقامات پر پھیلا ہوا ہے۔

سورۃ یونس کی آیت نمبر ۱۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ إِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرِّ مَسَّهُ كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۱)

”اور حالت یہ ہے کہ جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے بھی اور بیٹھے بھی اور کھڑے بھی (ہر طرح) ہم کو پکارتا ہے (دعا کرتا ہے) اور جب ہم اس کی وہ تکلیف دور کر دیتے ہیں (کھٹکا نکل جاتا ہے تو ہمیں بھول جاتا ہے اور) اس طرح گزر جاتا ہے گویا کسی تکلیف پہنچنے پر اس نے کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ اس طرح بے باک لوگوں کو جو کچھ وہ کر رہے ہیں خوش نما کر کے دکھایا گیا ہے۔“

انسان کی یہ ناشکری کی روش ہے جس میں مرد و عورت مبتلا ہوتے ہیں۔ جب انھیں مال و دولت، حسن و جمال، والدین، بھائی بہن، اولاد اور دنیاوی شہرت و بلند مرتبہ کسی بھی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کشائش اور پر آسائش زندگی کی بے بہا نعمتیں عطا ہوتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں اور جب کوئی آزمائش آتی ہے تو طرح طرح سے اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے ہیں۔ عورتوں میں اللہ تعالیٰ کو فراموش کرنے کی ایک اور صورت یہ بھی نظر آتی ہے کہ وہ والدین، بھائی بہن اور شوہر اور اولاد کا درجہ بہت مانتی ہیں مگر حکم الہی میں ان کے لیے کیا ہے اس کی طرف ان کی نظر کم ہی ہوتی ہے۔ اپنی آسائش، آرام اور دنیاوی مقاصد کے لیے تو ہر طرح سے تگ و دو کرتی ہیں مگر قرآن و سنت پر عمل کرنے کے لیے اگر ذرا سی بھی آزمائش ان پر آ جائے تو جلد ہی قرآن و سنت کے احکام کو پس پشت ڈال کر دنیاوی رشتوں کو نبھانے کی فکر میں غلطاں ہو جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں انھیں دنیاوی رشتوں ہی کو خوش کرنے میں لگن کر دیا جاتا ہے اور وہ نہ تو ان رشتوں کو ہی نبھاتی ہیں کہ وہ تو سب عارضی ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی خوش نودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو پاتی ہیں نتیجتاً دنیاوی مسائل کی گھتئیوں کو سلجھاتے سلجھاتے جلد ہی ذہنی پریشانیوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔

غایۃ المطبوع میں درج ہے:

”ولیس فیما هو مناط التکلیف وهو العقل بالملکۃ فیہن نقصان بمشاهدۃ حالہن فی تحصیل البدیہیات باستعمال الحواس فی الجزئیات و بالتنمۃ ان نسیت فانہ لو کان فی ذلک نقصان لکان تکلیفہن دون تکلیف الرجال فی الارکان و لیس کذلک۔“ (۱۲)

”شریعت کی ذمہ داریوں کا دار و مدار جس صلاحیت عقل پر ہوتا ہے یعنی العقل بالملکہ تو خواتین میں اس کی کمی نہیں ہے اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جزئیات میں حواس کو استعمال کر کے بدیہیات کو پالیتی ہیں اور اگر کسی بات کو بھول جاتی ہیں تو یاد دلانے کے بعد ذہن میں حاضر بھی کر لیتی ہیں۔ اگر اس کی صلاحیت میں کسی طرح کا نقص ہوتا تو دین کے جن ارکان کی ذمہ داری مردوں پر ڈالی گئی ہے۔ ان میں عورتوں کو اس سے مختلف ارکان کی تکلیف دی جاتی حالانکہ صورت واقعہ یہ نہیں ہے۔“

چنانچہ امر واقعہ یہ ہے کہ حقوق و فرائض کی تقسیم جس طرح شریعت نے کر دی ہے۔ اس کی انجام دہی کے لحاظ سے عورت کے کسی بھی غیر شرعی عذر کی بنا پر اس کو چھوٹ نہیں دی گئی۔ اسے جائزہ لینا چاہیے کہ کس موقع پر اس کا دینی فریضہ کس طرز عمل کا اس سے مطالبہ کرتا ہے۔

قرآن مجید میں انسان کے راحت و آرام میں ہونے پر اس کا طرز عمل بیان کیا گیا ہے:

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَّسَّتْهُمْ إِذَا لَهُمْ مَكْرٌ فِیْ آيَاتِنَا قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿۱۳﴾

”اور ہم جب لوگوں کو (جو بھول میں پڑے ہوئے ہیں) تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں (ان کی تکلیف کو دور کرتے ہیں۔ فراخی و کشادگی عطا کرتے ہیں) تو (بجائے اس کے کہ وہ شکر گزار ہوں) وہ ہماری نشانیوں (کی مخالفت اور ان کی تردید) میں حیلہ سازی کرنے لگتے ہیں (اور اپنے کفر اور سازشوں سے باز نہیں آتے) آپ ان سے فرما دیجیے کہ اللہ کی تدبیر (ان کے حیلوں کے مقابلے میں) جلد کارگر ہونے والی ہے۔ بے شک ہمارے فرشتے تمہاری حیلہ سازیاں لکھتے جاتے ہیں۔“

یہی مضمون سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۸ میں بھی بیان ہوا ہے، جس میں انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بڑا بے انصاف اور ناشکر گزار ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔

وَإِنْ تَعْلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿۱۴﴾

”اور جو کچھ تم نے مانگا اس نے تم کو اس سب میں سے (بہت کچھ) دیا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کو شمار نہ کر سکو گے (لیکن کیا تمام انسان ایمان لے آئے، نہیں انسانوں کی ایک کثیر تعداد نے اللہ کا انکار کیا اور اپنے پر ظلم ہی کرتے رہے، بے شک انسان بڑا بے انصاف و ناشکر گزار ہے۔“

اس طرح سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۸ میں فرمایا وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ”بے شک انسان بڑا ناشکر واقع ہوا ہے۔“ قرآن پاک میں انسان کی ایک اور فطری خصلت جو بتائی گئی ہے وہ اس کا جلد باز ہونا ہے، ارشاد الہی ہے:

وَيَذُوعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ﴿۱۵﴾

”اور (بھول میں پڑا ہوا) انسان (اللہ سے) برائی کا بھی اسی طرح طالب ہوتا ہے جیسے بھلائی کا اور انسان تو (حقیقت سے نا آشنا) بہت جلد باز واقع ہوا ہے۔“

گویا انسان اللہ سے جو کچھ اپنی ذات کے لیے طلب کرتا ہے اس کے بارے میں بھی نا آشنا ہے کہ وہ شے اس کے لیے فائدہ مند ہے یا نقصان دہ۔ حقیقت میں انسان اپنے بارے میں کچھ بھی فیصلہ ہو جانے کے لیے جلد باز ہے اور یہ فطرت عورت میں بآسانی دیکھی جاسکتی ہے۔ جب بھی اسے دنیاوی مسائل سے فراغت دے کر کچھ آسانیاں اور آسائشیں دی جاتی ہیں وہ نہ صرف یہ کہ اپنی پسندنا پسند کو عملاً ہوتے دیکھنا چاہتی ہے بلکہ کسی بھی معاملے میں فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام لیتی ہے۔

انسان کی ایک اور عمومی روش جس کا ذکر قرآن پاک میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے وہ اس کا تنگ دل ہونا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَاۤئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْ اِذَا لَمْ تَسْکُتُمْ خَشِیۡةَ الْاِنْفَاقِ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا (۱۶)
”آپ فرما دیجیے کہ اگر تم میرے رب کی رحمتوں کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے یقیناً تم ان کو روک رکھتے (مخلوق خدا کو ہرگز اس سے کوئی فیض پہنچنے نہ دیتے) اور انسان تنگ دل واقع ہوا ہے۔“

تنگ دلی کی یہ خصلت جس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے یہ بلا تخصیص مرد و زن ہر اس انسان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کو جب بھی فراخی مال عطا کی جاتی ہے تو وہ بجائے شکر گزار ہونے کے خود کو مال کا اصلی مالک سمجھ بیٹھتا ہے۔ ایسا شخص مذکورہ آیت مبارکہ کی رو سے ایسا تنگ دل ہو جاتا ہے کہ اگر اسے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں (جن کا کوئی حساب کرنا انسانی اختیار میں نہیں) کا مالک بھی بنا دیا جائے، اسے اتنا عطا کر دیا جائے جو اس کی ضرورت سے کہیں بڑھ کر ہو تو بھی وہ خرچ ہو جانے کے ڈر سے اسے اپنے ہاتھ سے کس کو نہیں دے گا۔ جاہلی اور مشرک معاشرے کی یہ برائی ہمیں اپنے دیہی معاشرے کی ان خوش حال خواتین میں بھی مل جاتی ہے جو قرآن و سنت کی تعلیمات سے یکسر نابلد ہیں۔ اس طرح انسان سے اللہ تعالیٰ یوں خطاب فرماتا ہے:

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَكْفَرَهُ (۱۷) مِنْ اٰیِّ شَیْءٍ خَلَقَهُ (۱۷)

”غارت ہو وہ انسان (جو اس نعمت کو پا کر اس کی قدر نہیں کرتا) وہ کیسا ناشکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا۔“

یہ آیات اور ان سے ملحقہ بعد کی آیات میں اللہ رب العزت نے انسان کے نفس کے بے لگام گھوڑے کو جھنجھوڑ ڈالا ہے کہ وہ زندگی اور دین (قرآن و سنت) جیسی بے بہا نعمتوں کو پا کر ناشکری کرتا ہے اور اپنی اصل کو بھول جاتا ہے کہ حقیقتاً اس کی اصلیت تو پانی کی حقیر بوند ہے۔

اس طرح سورۃ المعارج میں فرمایا:

كَلَّا إِنَّهَا لَأُظْفَىٰ ۖ نَزَاعَةٌ لِّلشَّوْىِ ۖ تَدْعُوْا مِّنْ أَذْبَرٍ وَتَوَلَّى ۖ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۖ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ (۱۸)

”ہرگز نہیں وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو کھال ادھیڑ ڈالنے والی ہے وہ ہر اس شخص کو پکارے گی جس نے (دنیا میں اللہ کے حکم سے) پیٹھ پھیری اور روگردانی کی ہوگی اور (مال و دولت) جمع کیا گیا ہوگا اور سنبھال سنبھال کر رکھا ہوگا۔ بلاشبہ انسان پیدا ہی بے صبر ہوا ہے۔“

مذکورہ بالا آیات مبارکہ واضح کرتی ہیں کہ گروہ مردوزن کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں عمل کرنے کے لیے بے لگام نہیں چھوڑا بلکہ ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جو ان کی حکم الہی ہے بے اعتنائی اور بے رخی کے بدلے کے طور پر ان کا دائمی ٹھکانہ ہوگی۔

حدیث مبارکہ ہے:

”والمراۃ راعیۃ علی اہل بیت زوجها وولده وہی مسؤلة عنہم“ (۱۹)

”اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولادنگران ہے اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا۔“

گھر اور اس کے اندر کے فرائض وہ ہیں جن سے عورت کا بچنا کسی طور ممکن نہیں۔ گھریلو امور میں سے ہر ایک میں اس کے لیے اجر رکھا گیا ہے۔ جب کہ گھریلو خرچ چلانے کے لیے دولت کمانے پر اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ اضافی ذمہ داری کے طور پر ایسا کرتی ہے تو اس پر بھی اس کے لیے اجر ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا انفقت المرأة من بیت زوجها غیر مفسدة کان لها اجر ما انفقت ولزوجها اجر ما اکتسب. (۲۰)

”جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے خرچ کرتی ہے غلط کاموں پر نہیں تو اس کو اس خرچ کا اجر ملتا ہے اور شوہر کو

اس کے کمانے کا ثواب ملتا ہے۔“

سورۃ الانفطار میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ (۲۰)

”اے انسان تجھ کو کس چیز نے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکا دیا۔“

کہ تو مال و دولت، جسمانی حسن و جمال اور طاقت اور عزت و شہرت و ناموری اور اقتدار کو پا کر ایسا متکبر ہوا کہ اپنی

اصلیت اور اپنے مقابلے میں اپنے رب کے فضل و کرم کو نہ پہچان سکا۔

پھر فرمایا:

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّكَ فَعَدَلَكَ ۖ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝

”جس نے تجھ کو پیدا کیا پھر (تیرے اعضاء کو) درست کیا پھر (ان میں حکمت کے ساتھ) تناسب رکھا۔ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔“

اور حقیقت تو یہ ہے کہ عورت اللہ کی حسین ترین تخلیق ہے جس کو مستور یعنی پردے میں رکھا گیا ہے اس کی تخلیق کی نفاست لا جواب ہے مگر وہ اپنے خالق کو پہچاننے کا موقع اور وقت حاصل کرنے سے قاصر رہتی ہے اور یہ نہیں یاد رکھتی کہ یہ چند روزہ زندگی اس کو اپنے رب کو خوش کرنے کے لیے عطا کی گئی ہے نہ کہ سطحی خواہشات کی تکمیل اور دنیاوی رشتوں کی پاسداری میں حکم الہی کو نظر انداز کرنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کی حسین ترین مخلوق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بے خبر ہو یہ خالق کا منشا نہیں ہے۔ خالق کائنات نے عورت کو کارآمد اور تعمیر کے کاموں میں برابر کا سرگرم بنایا ہے۔

عورت معاشرے کی مفید اور سرگرم شہری:

قرآن پاک میں ہے:

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَّوُّهُمْ فَتَصِيَّكُمْ مِنْهُمْ مَعْرَءٌ بَغِيرَ عِلْمٍ لِّيَدْخُلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ (۲۲)

”اور اگر یہ مومن مرد اور مومن عورتیں (مکہ میں) نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے تھے (تو تم کو اس وقت بھی فتح مکہ نصیب ہو سکتی تھی لیکن) یہ احتمال تھا کہ تم ان کو بھی پیس ڈالو گے پھر تم کو ان (مسلمانوں) کے باعث ایسے کام کی بنا پر نقصان پہنچے گا جو تم نے بے خبری میں کیا (تاخیر اس لیے ہوئی کہ جو مسلمان مکہ میں ہیں وہ نکل آئیں اور جو کافر اسلام کی صداقت سے متاثر ہونے والے ہیں وہ مسلمان ہو جائیں) کہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔“

پھر سورۃ النساء آیت نمبر ۱۲۴ پچھلی آیت کی روشنی میں پڑھی جائے تو شیاطین یا گمراہ لوگوں کی نگاہ میں عورت کے مقام پست کا پتا چلتا ہے۔

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا انْثَاءً وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا (۲۳)

”یہ مشرک اللہ کے سوا پس عورتوں کو ہی پکارتے ہیں (ان کے لات، منات، عزیٰ سب مؤنث ہیں خواہش دنیا میں مبتلا ہیں فرشتوں کو بھی عورت ہی سمجھتے ہیں) اور بس سرکش (اور مردود) شیطان ہی کو پکارتے رہتے ہیں (اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں اسی کے گرویدہ ہیں)۔“

اس کے برعکس اللہ تبارک و تعالیٰ نے عورت کو معاشرے میں جو مقام عطا فرمایا ہے وہ ایک متحرک اور سرگرم رکن کا ہے اسی لیے سورۃ النساء کی آیت مبارکہ نمبر ۱۲۴ میں فرمایا:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا

يُظَلِّمُونَ نَفِيرًا (۲۴)

”اور جو کوئی نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو وہ صاحبِ ایمان اور عمل صالح کرنے والے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ذرہ برابر بھی ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔“

اگلی آیت مبارکہ میں فرمایا:

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا (۲۵) وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا (۲۵)

”اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے اپنی ذات کو اللہ کے حوالہ کر دیا (جس نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا) اور وہ نیک کاموں میں لگا رہا۔ (اخلاص کے ساتھ اللہ کو حاضر ناظر جان کر اسوہ حسنہ کی اتباع میں لگا رہا) اور یکسو ہو کر (ہر تذبذب سے بلند رہ کر) ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی پیروی کرتا رہا (تو وہ ابراہیم علیہ السلام کا دوست بن گیا) اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا ہے۔“

مذکورہ آیات مرد و عورت کے درجہ ایمانی کو اجاگر کرتی ہیں جن میں مقاصد شریعت کے لحاظ سے عمل کی اساس کو ارادے کی درستگی اور نیت کے اخلاص کے ساتھ ملا کر بیان فرما دیا گیا ہے۔

بقول ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ:

”صفات حسنہ، اعمال صالحہ اور دین کے اہم شعبوں کے ذکر کے وقت قرآن مجید صرف مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر اور یہ اشارہ ہی نہیں کرتا کہ اعمال صالحہ اور صفات کریمہ میں ذکر و اثاث میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس وہ ایک ایک صفت کو الگ الگ بیان کرتا ہے اور جب مردوں کی صفت کا ذکر کرتا ہے تو اسی صفت سے عورتوں کو بھی موصوف کرتا اور ان کا مستقل ذکر کرتا ہے اگرچہ اس کے لیے طویل پیرایہ بیان ہی

کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔“ (۲۶)

اسلامی احکامات میں نسوانیت:

شریعت میں جہاں خواتین کو کوئی عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کسی عمل سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں ان کی نسوانیت کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اس کی واضح مثال عورت کے احوالِ شخصیت کے حوالے سے احکام و مسائل کی بحثیں ہیں۔ ان میں نکاح و طلاق، مہر، عدت، رضاعت، نفقہ، ملکیت وغیرہ سے متعلق مسائل کی بحثیں شامل ہیں۔ (۲۷)

قرآن مجید میں احکامِ حجاب اور دیگر معاشرتی احکام کا مطالعہ بھی اس حوالے سے کیا جاسکتا ہے۔ سورۃ الاحزاب، سورۃ النور اور سورۃ الحجرات وغیرہ میں بیان کردہ احکامات میں خواتین کے حوالے سے پر حکمت بیان موجود ہے اسی طرح قرآن مجید میں سورۃ آل عمران میں فرمایا:

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۚ (۳۶:۳)

اور سورۃ النکویر میں فرمایا:

وَإِذَا الْمَوْءُذَةُ سُئِلَتْ ۖ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۖ (۲۸)

ان آیات میں عورت کی جداگانہ فضیلت کی جانب متوجہ کیا گیا ہے۔

غرض اسلامی شریعت کی حکمت میں مواخذہ کے لحاظ سے افراد جدا ہیں اور من حیث القوم وہ ایک اکائی بھی ہیں۔ مذکورہ تحریر کا مقصد بھی اس امر کو ہی اجاگر کرنا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں امتوں کی تباہی کو بیان فرمایا گیا ہے وہاں وجوہات میں سب گروہ اپنی بد اعمالیوں کے لحاظ سے شریک گناہ ہوتے ہیں۔ اس لیے اصلاح و تربیت میں بھی سب گروہوں کو متحرک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں عورت کی تربیت و اصلاح اور تزکیہ نفس بھی لازمی امر ہے جس کا مقصد شخصیت کی متوازن اور معتدل تشکیل و تعمیر ہوتا ہے اسے اگر محض فلسفے کی بحث شمار کیا جائے تب بھی مقصد حل نہیں ہوتا، اگر معاشرت کی بحث کہا جائے تو بھی ناکافی ہے۔ اور اگر سیاسی و معاشی بحثوں میں اس کا شمار کیا جائے تب بھی نامکمل مطالعہ ہو گا۔ چنانچہ عورت سے متعلق مسائل اور بحثوں کو مذکورہ کسی ایک علم کی بحث کی روشنی میں پڑھنا ایک محدود امر ہے۔

بقول قاضی قیصر الاسلام:

”۔۔۔ فلسفہ نسائیت عورتوں کے سیاسی حقوق اور سماجی مفادات کے تحفظ کے مسائل سے سروکار رکھتا ہے یہ اصطلاح اپنے محدود معنی میں جہاں ایک طرف عورتوں کے سیاسی، آئینی و قانونی حقوق کے تحفظ و حصول کی جانب اشارہ کرتی ہے وہیں دوسری طرف یہ اپنے وسیع تر معنی میں دو متضاد جنسی طبقات کے درمیان موجود معاشرتی تفاوت، عدم مساوات، مردوں کی عورتوں پر بالادستی، عورتوں پر مردوں کے جابرانہ، تحکمانہ اور ہتک آمیز رویے کی نشان دہی بھی کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کا طبقہ عالمگیر سطح پر مردوں کے خلاف آواز احتجاج بلند کرتا نظر آتا ہے۔“ (۲۹)

مذکورہ عبارت کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ معاشرتی عدم تفاوت ہی کو جب بنیادی حیثیت عورت کے حوالے سے دی جاتی ہے تو اصل مقصد پس پشت ڈال دیا جاتا ہے جو عورت کا خود اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے خود کو تیار کرنا ہے۔ طبقاتی کش مکش میں مصروف ہو کر اگر معاشرے میں مرد کی برابری کرنے کے لیے ہی تعلیم حاصل کرنا مقصد رہ جائے تو بھی اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اور مسلمان ہونے کی اپنی حیثیت کو فراموش کر کے عورت کا معاشرتی ترقی میں مصروف ہونے کے لیے گھر سے نکل آنا بھی اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ علمی، تحقیقی، سائنسی اور فلسفیانہ تمام پہلوؤں سے جائزہ لے کر بھی عورت اپنی اخلاقی اصلاح میں کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ قرآن و حدیث کو اس معاملے میں امام نہ بنالے۔

مراجع و حواشی

- (۱) گستاوی بان، تمدن ہند، ص ۱۹۰، (مترجم: سید علی بلگرامی)، مقبول اکیڈمی، لاہور
- (۲) آل عمران ۱۹۵/۳
- (۳) ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی، فیوض القرآن (نوٹ: مقالے میں درج آیات کے تراجم اس تفسیری ترجمہ سے لیے گئے ہیں)
- (۴) السجدة ۳۲/۹۵
- (۵) المسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلة والادب، باب فضل عیادة المريض، رقم الحدیث ۲۵۶۹، موسوعة الکتب الستة، السعودية، ۲۰۰۰ء
- (۶) شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، ۴۸۲/۵، ناشران قرآن، لاہور، ۱۳۹۵ھ
- (۷) التین ۹۵/۴
- (۸) ق ۱۶/۵۰، ۱۷
- (۹) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ۱۴۰/۸، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۸۲ء
- (۱۰) حم السجدة ۱۴/۱۵
- (۱۱) یونس ۱۲/۱۰
- (۱۲) اکمل الدین الباری، العنایۃ لمطبوع علی حاشیۃ فتح القدر، ۸/۶
- (۱۳) یونس ۲۱/۱۰
- (۱۴) ابراہیم ۱۴/۸
- (۱۵) الاسراء ۱۷/۱۱
- (۱۶) الاسراء ۱۷/۱۰۰
- (۱۷) عیسٰی ۸۰/۱۶، ۱۷
- (۱۸) عیسٰی ۸۰/۱۹
- (۱۹) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب قول اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ، رقم الحدیث ۱۳۸، موسوعة الکتب الستة، السعودية، ۲۰۰۰ء
- (۲۰) ایضاً، کتاب الزکوٰۃ، باب امر خادمہ بالصدقۃ ولم یناول بنفسہ، رقم الحدیث ۱۴۲۵
- (۲۱) الانفطار ۲۲/۶
- (۲۲) الفتح ۲۸/۲۵
- (۲۳) النساء ۴/۱۱
- (۲۴) النساء ۴/۱۲۴
- (۲۵) النساء ۴/۱۲۵
- (۲۶) ابوالحسن علی ندوی، اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق و فرائض، ص ۸۱، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۹۹ء
- (۲۷) علی بن ابوبکر المرغینانی، الھدایۃ شرح بدلیۃ المبتدی، ص ۲۸۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت
- (۲۸) التکویر ۸۱/۸، ۹
- (۲۹) قاضی قیصر الاسلام، فلسفہ کے جدید نظریات، ص ۵۷، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۹۸ء